پروفیسر محمد اسلم

سلطان سکندر لودھی کا ذوقِ موسیقی

شعر العجم میں شبلی نعمانی ملک الشعرا طالب آملی ذکر کرتے ہوئے جہانگیر کے متعلق لکھتے ہیں:

"سلسلۂ تیموریہ میں تو ہر فرماں روا سخن فہم و ادا شناس گزرا ہے لیکن جہانگیر اس فن میں اجتہاد کا درجہ رکھتا تھا۔"[1] بالکل یہی بات لودھی خاندان کے فرماں روا سلطان سکندر پر راس آتی ہے۔ مؤرخ شہیر نعمت اللہ ہروی اپنی مشہور تصنیف تاریخ خان جہانی میں اس کے متعلق رقمطراز ہے:

سلطان در شعر فارسی سلیقہ تمام داشت	فارسی شاعری میں سلطان بڑی دسترس
و شعر خوب می گفت و گلرخی تخلص می کرد۔ و	رکھتا تھا اور اچھے شعر کہتا تھا۔ وہ گلرخی
ہر روز چند ساعت معیّن بود کہ با اہل فضل	تخلص کرتا تھا۔ ہر روز کچھ وقت مخصوص
و فصاحت و اہلِ شعر مجلس می داشت و	تھا جس میں وہ عالموں، خوش بیان مقرروں
مباحثۂ شعر درمیان بود۔[2]	اور شاعروں کے ساتھ مجلس آراستہ کرتا تھا۔
	وہاں عموماً شعر و شاعری پر گفتگو ہوا کرتی تھی۔

اکبری عہد کے مشہور مؤرخ ملّا عبدالقادر بدایونی کی ایک تحریر سے بھی نعمت اللہ ہروی کے مندرجہ بالا بیان کی تائید ہوتی ہے۔ منتخب التواریخ میں سکندر لودھی کا ذکر کرتے ہوئے بدایونی رقمطراز ہے:

سلطان سکندر لودھی با شاعران نشست	سلطان سکندر شاعروں کے ساتھ بہت نشست و
و برخاست بسیار داشت و خود ہم صاحب	برخاست رکھتا تھا اور خود بھی موزوں طبیعت
طبع بود و گاہ گاہ نظمی بہ تخلص گلرخ بآن روش	رکھتا تھا۔ کبھی کبھار وہ گلرخ کے تخلص سے

---

[1] شعر العجم، جلد سوم، ظفر بکڈپو، لاہور، ص ۱۳۳

[2] تاریخ خان جہانی، جلد اوّل، مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۰ء، ص ۱۸۹

قدیم ہندوستانیاں میگفت وصحبتِ او بشیخ جمالی ازیں رہگذر خوش برآمدہ بود[1]

ہندوستانیوں کی قدیم روش کے مطابق نظم بھی کہہ لیتا تھا۔ اس ضمن میں شیخ جمالی کے ساتھ اس کی گاڑھی چھنتی تھی۔

سکندر لودھی بڑا متقی و پرہیزگار بادشاہ ہو گزرا ہے۔ اس کی انتظامی قابلیت، بیدار مغزی اور علم دوستی کی تقریباً سبھی مورخوں نے تعریف کی ہے۔ تاریخ شاہی کا مصنف احمد یادگار سلطان کے اخلاق و اطوار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سلطان سکندر پادشاہے بود بکمال تقویٰ و دیانت آراستہ و بعلم و فضل پیراستہ، اکثر بعلما و فضلا صحبت داشت در عہدِ او اسلام را رونقی تمام بودہ و کافراں مجال نہ داشتند کہ بُت پرستی نمایند و یا بآب غسل توانند کرد۔ اصنام را در عہدِ میمون او در زیر خاک داشتہ بودند و سنگ نگر کوٹ کہ عالمی را آوارہ ساختہ، آوردہ بقصاباں دادہ بود کہ وزن گوشت بکنند۔ و اکثر اوقات بشعر گفتن و خواندن گذاشتی[2]

سلطان سکندر ایسا بادشاہ تھا جو تقویٰ و دینداری سے آراستہ اور صاحب علم و فضل تھا۔ وہ اپنا بیشتر وقت عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں گزارتا تھا۔ اس کے عہد میں اسلام میں بڑی رونق پیدا ہو گئی تھی اور کافروں کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ بُت پوجیں یا دریا میں اشنان کریں۔ اس کے مبارک عہد میں بتوں کو زمین میں چھپا کر رکھتے تھے۔ اس نے نگر کوٹ کا بُت جس نے ایک عالم کو گمراہ کر دیا تھا، قصابوں کے حوالے کیا تاکہ اُس کے برابر گوشت تولا کریں۔ اس کا بیشتر وقت شعر کہنے اور سننے میں صرف ہوتا تھا۔

سلطان سکندر کو شعر و شاعری کے علاوہ موسیقی سے بھی بڑا لگاؤ تھا اور وہ ہر شب مجلسِ سرود

---

[1] منتخب التواریخ، جلد اوّل، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۸ء، ص -

[2] تاریخ شاہی، مطبوعہ کلکتہ ۱۹۳۹ء ص ۴۷ - ۴۶ -

منعقد کیا کرتا تھا۔ احمد یادگار رقمطراز ہے: کہ سلطان موسیقاروں کا بڑا سرپرست تھا اور اس کی قدردانی خوش الحان گویّوں کو ملک کے طول و عرض سے دارالحکومت کھینچ لائی تھی۔ سلطان کے حکم سے ایک گھڑی رات گزرے گویے اور سازندے اپنے اپنے فن کا مظاہرہ شروع کرتے۔ رات کی ان مخصوص مجالس میں عموماً سلطان کے چار غلام جنھیں اس نے چھ ہزار دینار کے عوض خریدا تھا مجلس کی جان سمجھے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک چنگ بجانے میں، دوسرا قانون نوازی میں، تیسرا طنبورہ بجانے میں اور چوتھا بین کاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے ان کی آواز بھی اتنی دلکش تھی کہ بقول مصنف اس سے مُردہ تنوں میں جان پڑجاتی تھی اور زندوں کی جان نکل جاتی تھی۔ احمد یادگار لکھتا ہے: کہ اُڑتے ہوئے پرندے ان کی آواز سُن کر زمین پر اتر آتے تھے اور زہرہ سیارہ فضا میں معلق ہو کر رہ جاتا تھا۔ صانع قدرت نے ان کو حُسنِ صوت کے ساتھ حُسن صورت بھی عطا کیا تھا۔ ان کی آواز سُن کر اور شکل دیکھ کر حاضرین مجلس بن پیئے مدہوش ہوجاتے تھے اور شراب صراحیوں میں یونہی پڑی رہ جاتی تھی۔ نصف شب گزرنے پر جب یہ مجلس ختم ہونے پر آتی تھی تو سلطان کے حکم سے چار سرنا نواز اپنے فن کا مظاہرہ کرتے اور نَے ہی لَے میں کبدارہ، اٹرانہ، حسی اور رام کلی پیش کرتے تھے۔[1]

تاریخِ داؤدی کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجالسِ سرود میں سلطان شاہی آداب کا خاص خیال رکھتا تھا۔ اگر کبھی کوئی اجنبی گویّا سلطان کی خدمت میں اپنا راگ پیش کرنا چاہتا تو وہ میراں سیّد روح اللہ اور سیّد ابنِ رسُول کو بلا کر اس سے راگ سننے کا حکم دیتا اور خود پردے کے پیچھے بیٹھ کر راگ ملاحظہ کرتا۔[2] عبداللہ ہی کی روایت ہے کہ سلطان سکندر کو سازوں میں شہنائی بے حد مرغوب تھی اور راگوں میں صرف مالکوس، کلیان، کانڑا اور حسینی سننا پسند کرتا تھا۔ اگر کوئی گویّا ان کے علاوہ کوئی راگ چھیڑنے کی جرأت کر بیٹھتا تو وہ سزا کا مستوجب ہوتا تھا۔[3]

---

[1] تاریخِ شاہی، مطبوعہ کلکتہ، ۱۹۳۹ء، ص ۴۸

[2] تاریخ داؤدی، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۵۴ء، ص ۳۹ - ۳۸

[3] ایضاً: ص ۳۹

سلطان کا موسیقی میں لگاؤ دیکھ کر عوام بھی اس فنِ لطیف میں دلچسپی لینے لگے۔ مولانا شبلی نے کیا خوب کہا ہے کہ ایشیائی سلطنتوں کا عام قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا مذاق تمام ملک میں سرایت کر جاتا ہے اور تمام لوگوں میں وہی خصائل پیدا ہو جاتے ہیں جو بادشاہ میں پائے جاتے ہیں۔[۵۱]

شیخ جمالی اس عہد کے فضلا اور شعرا میں سر برآوردہ تھے اور بادشاہ ان سے اپنے کلام میں اصلاح بھی لیا کرتا تھا۔ شیخ موصوف بھی موسیقی کے بڑے دلدادہ تھے۔ ان کی ایک غزل کے یہ اشعار بڑے مشہور ہیں:

طال شوقی الیٰ منازلکم ۔۔۔ ایہا الغائبون عن نظری
روز و شب مونسم خیال شما ست ۔۔۔ فاسئلوا عن خیالکم خبری

انھوں نے اس غزل کی لَے بھی خود ہی مرتب کی تھی۔ بدایونی کا بیان ہے کہ اسے سن کر اہلِ دل پہ وجد کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔[۵۲] اکبر کے عہد میں بھی اس غزل کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور یہ برابر صوفیوں کی مجالس میں گائی جاتی تھی۔

شیخ جمالی کے فرزند شیخ گدائی بیرم خان کے دورِ اقتدار میں صدر الصدور کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔ ان کے متعلق شاہنواز خان رقمطراز ہے:

شیخ گدائی نیز طبع لطیف داشت و اکتساب کمالات و استفادہ علوم رسمی نمود نقش صوت ہندی را خود می لبست و می خواند[۵۳]	شیخ گدائی نے موزوں طبیعت پائی تھی اور علوم و کمالات سے بہرہ ور تھے۔ ہندی گیتوں کی دھن خود مرتب کرتے اور گاتے تھے۔

سکندر لودھی کے ایک امیر قطب خان کو بھی موسیقی سے بڑی رغبت تھی اور اس کے

---

۵۱ مقالاتِ شبلی، جلد ۴، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۶ء، ص ۱۰۶
۵۲ منتخب التواریخ، جلد اول، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۸ء، ص ۳۲۵۔
۵۳ مآثر الامراء، جلد ۲، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۰ء، ص ۵۴۰

ہاں اکثر مجالس سرود منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ احمد یادگار نے اس کی مجلس کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:

قطب خان دو سہ پیالہ شراب ناب خوردہ و نشۂ شراب او را بدماغ رسید و سرودی آغاز شد کہ ساکنانِ عالمِ علوی در سماع آمدند و زہرہ بر آسمان معلق می زد[1]	قطب خان خالص شراب کے دو تین پیالے نوش کرتا۔ جب شراب کا نشہ اس کے دماغ کو متاثر کرتا تو سرود کا آغاز ہوتا اور عالم بالا کے ساکنان وجد میں آجاتے، اور زہرہ سیارہ فضا میں معلق ہو کر رہ جاتا۔

سلطان سکندر کا وزیر میاں بھوہ اپنے زمانے کا بہترین عالم مانا جاتا تھا، وہ موسیقی کا دلدادہ اور موسیقاروں کا سرپرست تھا۔ ڈاکٹر عبدالحلیم کا خیال ہے کہ وہ خود بھی بڑا اچھا گا لیتا تھا[2]

سکندر لودھی کے عہد میں عمر سما یحییٰ الکابلی المعروف بہ حماد نے فنِ موسیقی پر لہجات سکندر شاہی کے نام سے ۴۱۰ صفحات کی ایک ضخیم کتاب تصنیف کی تھی۔ اس کتاب کا واحد قلمی نسخہ لکھنؤ یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے[3] ڈاکٹر نذیر احمد صاحب صدر شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے حیدر آباد دکن سے شائع ہونے والے سہ ماہی انگریزی مجلہ اسلامک کلچر میں اس کتاب کا تفصیلی تعارف کروا دیا ہے[4] ان کے خیال میں یہ ہندوستانی موسیقی پر پہلی کتاب ہے جو برصغیر پاک و ہند میں لکھی گئی ہے۔

راقم الحروف نے مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں اس نادر مخطوطہ کے روٹوگراف سے استفادہ کیا ہے اور اس سلسلے میں مَیں ڈاکٹر نور الحسن صاحب اور پروفیسر عرفان حبیب صاحب

۱ھ تاریخ شاہی، مطبوعہ کلکتہ ۱۹۳۹ء، ص ۱۱۲

۲ھ ایسیز آن ہسٹری آف انڈو پاک میوزک، مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۲ء، ص ۱۹

۳ھ کالی پرشاد کیٹلاگ آف دی اورینٹل مینوسکرپٹس اِن دی لکھنؤ یونیورسٹی لائبریری، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۵۱ء مخطوطہ نمبر ۷۸۰، ایس ۱۲۶ ایل

۴ھ اسلامک کلچر، حیدر آباد ۱۹۵۴ء، جلد ۲۸، ص ۴۱۴

کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

اس کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"شکر و سپاس بے قیاس پروردگاری را کہ گردن حمامہ جان بطوق تعلق لحن و غنا بیاراست و اصواتِ مختلف ....."

فاضل مصنف کا نام کتاب کے دسویں صفحہ پر اس طرح آیا ہے "عمر سما یحیی الکابلی۔ وہ عام طور پر صمّاد کے نام سے مشہور تھا۔ کالی پرشاد، ڈاکٹر عبدالحلیم اور راقم الحروف نے اس کا عرف صمّاد پڑھا ہے جبکہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب اسے حمّاد پڑھتے ہیں۔

فاضل مصنف نے اس کتاب کو سلطان سکندر کے نام معنون کیا تھا، چنانچہ چھٹے صفحہ پر سلطان کا نام اس طرح آیا ہے:

ابوالفتح سکندر شاہ بن ابوالمجاہد بہلول شاہ۔

اسی طرح کتاب کا نام "لہجات سکندر شاہی" بھی دسویں صفحہ پر مرقوم ہے۔

جہاں تک کتاب کے مندرجات کا تعلق ہے یہ ایک خالص تکنیکی چیز ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستانی موسیقی پر یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ فاضل مصنف نے، جو خود بھی ماہر موسیقار معلوم ہوتا ہے، تمام راگوں اور راگنیوں کی تفصیل اس کتاب میں دی ہے اور اکثر مقامات پر مختلف راگوں کے سُروں کو یوں واضح کیا ہے:

اس کتاب میں مبہم نما عبارات عام پائی جاتی ہیں۔ جن میں مختلف راگوں کے سُروں کی تفصیلات

درج ہیں۔ مثال کے طور پر اڑتالیسویں صفحہ پر فاضل مصنف نے ۔۔ مورجھنا کھرج گرام۔ گانے کی ترکیب یوں بتائی ہے:

ک	ر	س	ن	دھ	ب	م
م	ک	ر	س	ن	دھ	ب
ب	م	ک	ر	س	ن	دھ
دھ	ب	م	ک	ر	س	ن
ن	دھ	ب	م	ک	ر	س
س	ن	دھ	ب	م	ک	ر
ر	س	ن	دھ	ب	م	ک

اسی طرح دوسرے راگوں اور راگنیوں کے گانے کی تراکیب اور اوقات پر بھی مصنف نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں جملہ آلات موسیقی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ یہ کتاب چونکہ خالصتاً تکنیکی ہے۔ اس لیے میں اس سے کما حقہٗ استفادہ نہیں کر سکا۔

معارف الحدیث

(مولانا محمد جعفر پھلواروی)

”معرفۃ علوم الحدیث“ فنِ حدیث میں ایک بڑی گراں قدر تصنیف تسلیم کی گئی ہے اس کے مصنف امام ابو عبداللہ الحاکم نیساپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس میں احادیث کی قسمیں راویانِ احادیث کے مراتب اور ان کے حالات۔ نیز اس سلسلے کی دوسری معلومات سب آگئی ہیں۔ معارف الحدیث اس کا شگفتہ اور رواں ترجمہ ہے۔ صفحات: ۲۸۸ - قیمت: ۹ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور